AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

اقامتِ دین کا مفہوم اور عصر حاضر میں اس کا نفاذ: قدیم و جدید علماء کی آراء کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

The Meaning of *Iqamat al-Din* and Its Implementation in the Contemporary Era: A Comparative and Analytical Study of the Opinions of Classical and Modern Scholars

Qazi Abdul Wadood
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur,
qaziabdulwadood786@gmail.com

Dr. Muhammad Muavia Khan
Assistant professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur Rahim Yar Khan Campus

Abstract

Iqamat al-Din (Establishment of Religion) is a fundamental Qur'anic concept that encompasses the comprehensive implementation of Islam in all aspects of individual and collective life. This study explores the linguistic and terminological meanings of Iqamat al-Din and examines its interpretation by classical and contemporary Muslim scholars. Drawing on Qur'anic exegesis, Hadith literature, and scholarly writings, the research identifies varying emphases among scholars—from limiting Iqamat al-Din to the establishment of monotheism and essential beliefs, to extending it towards the full application of Islamic law, moral values, socio-political order, and governance. The opinions of prominent classical exegetes such as al-Mawardi, Ibn Kathir, al-Razi, and al-Qurtubi are compared with modern thinkers including Abul A'la Maududi, Amin Ahsan Islahi, Abu al-Hasan Ali Nadwi, and Israr Ahmad, alongside dissenting views like those of Javed Ahmad Ghamidi. The analysis highlights the centrality of Iqamat al-Din in Islamic thought, the divergence in its scope, and its practical implications in the contemporary context, especially in the face of secularism, political fragmentation, and globalization. The study concludes that Iqamat al-Din is not confined to ritual practice but demands an integrated approach to faith, law, morality, and governance, requiring both individual commitment and collective struggle for its realization.

Keywords: Iqamat al-Din, Islam, Qur'an, Classical Scholars, Modern Scholars, Implementation, Governance, Shari'ah

تمہید:

دین اسلام وہ واحد دین ہے جو انسانوں کے تمام مادی، روحانی، فکری، علمی، عملی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، نجی اور عائلی معاملات میں رہنمائی کرتا ہے۔ اسی لیے دین اسلام مذہب اور سیاست کے درمیان علیحدگی کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہی کام اپنی حیات طیبہ میں عملی طور پر کر کے دکھایا ہے۔ عصر حاضر میں یہ عقیدہ اور تصور باہر سے آیا ہے کہ دین کی روحانی اور معنوی تعلیمات پر ایک علیحدہ طبقہ عمل کرے گا اور سیاست، نظامِ حکومت اور معاشرے کے معاملات دوسرا طبقہ سنبھالے گا۔ جب کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات کی طرف راہنمائی کرتا ہے، اسلام انسان کو ہمیشہ ایسے ہمہ گیر اور ازلی وابدی اصول دیتا ہے جو ہر طرح کے حالات میں اس کی رہنمائی کر سکیں۔ اسلام انسان کو فکر، علم، ادب، آرٹ، تعلیم، مذہب، اخلاق، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون وغیرہ کے لیے الگ الگ نظامات نہیں، بلکہ ایک جامع نظام، جیسا کہ فطرۃً اسے درکار ہے، فراہم کرتا ہے، جس کی پیروی کر کے وہ کامیاب زندگی گزارتے ہوئے اپنی اصل منزل (آخرت) پر پہنچ کر کامیاب ہو سکتا ہے۔ جس طرح اسلام زندگی کے تمام شعبوں و پہلوؤں کے لیے ایک جامع نظام دیتا ہے اور اس نظام کا لازماً پابند رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اسی طرح سیاست بھی اس نظام میں شامل ہے۔ زندگی کے اس پہلو کے لیے بھی اسلام دائمی اصول دیتا ہے اور ان کی لازمی پابندی کی ہدایت کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک تہذیب میں سیاست وطرزِ حکومت بھی شامل ہے، اس لیے کہ تہذیب کے جو عناصر ترکیبی (دنیوی زندگی کا تصور، زندگی کا مقصد یا نصب العین، اساسی عقائد وافکار، افراد کی اخلاقی تربیت اور نظام اجتماعی) بتائے جاتے ہیں، ان میں "نظام اجتماعی" (یعنی خاندان، سوسائٹی اور حکومت کی تنظیم کس طرز پر ہو) میں سیاست وطرزِ حکومت شامل ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے انسانی زندگی کے لیے جو نظام مرتب کیا اُس کا مرکز و محور، اس کی روح اور اس کا

جو ہر یہی عقیدہ ہے اور اسی پر اسلام کے سیاسی نظریۂ کی بنیاد قائم ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کا نفاذ ممکن بنایا جائے۔ چاہے وہ معیشت ہو یا معاشرت، سیاست ہو یا عدالت، تعلیم کا میدان ہو یا خاندان کا شعبہ، گویا کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں دین کا قیام، اقامت دین کہلاتا ہے۔

اقامت دین کا معنی و مفہوم

اقامت دین ایک قرآنی اصطلاح ہے اور قرآن حکیم کی درج ذیل آیت کریمہ میں اقامت دین کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ" [1]

"اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اُس نے نوحؑ کو دیا تھا، اور جسے (اے محمدؐ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں کہ دین کو قائم کرو"۔

اسی طرح جماعت صحابہ کا کام بھی اقامت دین تھا۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اختارهم الله لصحبة نبيه وإقامة دينه" [2]

"اللہ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب کر لیا ہے"۔

یہ حدیث اس بات کو واضح طور پر بتاتی ہے کہ اس امت کے وجود کا مقصد صرف و صرف اللہ کے دین کی اقامت ہے۔ یعنی دین اپنی اصلی بنیادوں پر اس طرح قائم و استوار رہے جس طرح بلند قامت سے سیدھی کھڑی کر دی جاتی ہے تو دیکھنے والے بیک نگاہ دیکھ لیتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ اور کیسی ہے؟ اسی طرح یہ پورا دین انسانی زندگی پر اس طرح غالب و نافذ ہو جائے کہ وہ دور سے دیکھا اور پہچان لیا جائے۔ دین کو قائم و برقرار رکھنے کیلئے اس پر عمل بھی ضروری ہے اس کی طرف لوگوں کو بلانا بھی ضروری ہے اور اس کے دفاع کیلئے جدوجہد کرنا بھی ضروری ہے۔ لہذا مذکورہ بالا آیت و حدیث کی رو سے اقامت دین ایک قرآنی فریضہ ہے۔ مفہوم جس کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دین اسلام کو جمیع اعتبار سے قائم اور نافذ کیا جائے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے اقامت کا کیا معنی ہے، قرآنی اصطلاح میں اقامت دین کا مفہوم کیا ہے اور علمائے قدیم و معاصرین اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

اقامت کا لغوی معنی:

اقامت کا کلمہ ثلاثی مزید فیہ کے باب "اقام یقیم" سے مصدر ہے، اس کا مادہ "قوم" ہے جو ثلاثی مجرد کے باب "قام یقوم" سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ علامہ فیروز آبادی رقم طراز ہیں:

"قام قوماً قومة و قياماً وقامة انتصب فهو قائم"[3]

"یعنی "قام" سے مصدر" قوم. قومة، قيام" ہے اور" قامت" کا معنی ہے کھڑا ہونا، سیدھا ہوتا اور اس کا اسم فاعل قائم ہے۔"

علامہ زبیدی نے اقامت کے مصادر میں دو نکات بیان فرمائے ہیں کہ لفظ "اقامه" میں ہائے ساکنہ عین کلمے کا عوض ہے کیونکہ اس کی اصل اقواماً آتی ہے اور جب "اقامة" کو مضاف کیا جائے گا تو اس کی "ھا" حذف ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"اقام بالمكان اقامة،والهاء عوض عن عين الفعل،لان اصلها اقواماً،فاذا اضيفت حذفت الهاءكقوله تعالى: و اقام الصلوة "[4]

ثلاثی مزید فیہ کی ایک خصوصیت تعدیہ بھی ہے چنانچہ اقامت کا مصدری معنی ہوگا: کسی چیز کو اٹھا دینا، کھڑا کر دینا اور کسی چیز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ بروئے کار لانا یا کسی شے کو سیدھا کر دینا، اقامت کہلاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

"و اقامة الشيئ نوفية حقه"[5]

کسی چیز کی اقامت کا معنی ہے کہ اس کا حق پورے طور سے ادا کرنا"

لہذا اسی سے اقامت صلوۃ ہے جس کا مطلب ہے: نماز کو اس کے جملہ ارکان و شرائط اور حقوق و مطالبات کے مطابق ادا کرنا۔ امام اصفہانی نے اقامت صلوۃ پر متعدد آیات کا حوالہ بھی دیا ہے اور اس کے بعد اقامت کا یہی مفہوم واضح فرمایا ہے چنانچہ امام موصوف رقم طراز ہیں:

"ولم يامر الله بالصلوة حيثما أمر ولا مدح بها حيثما مدح الا يلفظ الاقامة، تنبيهاً أن المقصود منهاتوفية شرائطها لا الاتيان بيتانها۔" [6]

"اللہ تعالی نے جہاں بھی نماز کا حکم دیا ہے اور جہاں بھی اس کی مدح فرمائی ہے، لفظ اقامت استعمال کیا ہے جو اس بات کی تنبیہ ہے کہ نماز سے اصل مقصود اس کی شرائط پوری کرنا ہے، محض اس کی ہیئت بجالانا نہیں "۔

جب اقامت کا صلہ شریعت آئے گا تب اس کا مطلب ہوگا "شریعت پر عمل کرنا اور احکام شرع بجالانا" چنانچہ صاحب مجمم رقمطراز ہیں:

"اقام الشرع : اظهره و عمل به"۔ "[7]

اقامت شرع کا معنی ہے: اس پر عمل کرنا اور اسے غالب کرنا"

CC BY

قرآن حکیم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ".[8]

"کہہ دو کہ: اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہو گی جب تک تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کر لو۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے کہ:

"وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ". [9]

"اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے"

اقامت شرع کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مذکورہ آیات کے تناظر میں امام راغب اصفہانی رقم فرماتے ہیں:

" ای توفون حقوقهما بالعلم والعمل".[10]

"یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم و عمل کے ذریعہ تورات وانجیل کے حقوق ادا کرتے۔"

اقامت سے اسم فاعل "مقیم" آتا ہے، جس طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ"[11] مذکورہ الفات کی روسے اقامت کا معنوی حاصل یہ ہے کہ اس کے مفہوم میں قیام کرنا، کھڑا کر دینا، قائم کرنا اور اٹھا دینا شامل ہے چنانچہ اقامت دین کا معنی ہو گا: دین و شریعت پر عمل پیرا ہونا، اپنے علم و عمل سے غالب کرنا اور کتاب شریعت کے جملہ حقوق ادا کرنا۔ اسی طرح اقامت کا لفظ جب کسی ٹھوس چیز کیلئے بولا جائے تو اس وقت اس کے معنی سیدھا کر دینے کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف میں ہے، "يريد ان ينقض فاقامه "[12] دیوار (ایک طرف جھک کر) گراہی چاہتی تھی کہ اس نے اسے سیدھا کر دیا۔ اور جب وہ کسی ٹھوس چیز کی بجائے معنوی اشیاء کیلئے بولا جاتا ہے تو اس وقت اس کا مفہوم پورا پورا حق ادا کر دینے کا ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی اس لفظ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"اقامةالشئ توفيته حقه وقال: قل يا اهل الكتب لستم على شي حتى تقيموا التوراةوالانجيل، اى توفون حقوقها بالعلم والعمل "[13]

"کسی چیز کو قائم کرنے سے اس کے حقوق پورے ہو گئے اور فرمایا: اے اہل کتاب کہو تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو یعنی علم اور عمل سے اس کے حقوق ادا نہ کرو"۔

لہذا مذکورہ لغات کی روسے اقامت کا معنوی حاصل یہ ہے کہ اس کے مفہوم میں قیام کرنا، کھڑا کر دینا، قائم کرنا اور اٹھا دینا شامل ہے چنانچہ اقامت دین کا معنی ہو گا: دین و شریعت پر عمل پیرا ہونا، اپنے علم و عمل سے غالب کرنا اور کتاب شریعت کے جملہ حقوق ادا کرنا۔ گویا کہ جس طرح اقامت صلوۃ کے قرآنی حکم کے مفہوم کی روسے اقامت نماز یہ ہو گی کہ اسے اس کے تمام ظاہری آداب و شرائط اور سارے باطنی محاسن کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اسی طرح دین کی اقامت یہ ہوئی کہ اس کے ماننے والے علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے اس کے ماننے کا حق ادا کر دیں گویا کہ عبادات و معاملات میں بھی اور معاشرت و معیشت اور سیاست و تمدن میں "ادخلوا في السلم كافه" کی تصویر بن جائیں۔ تمام انبیاء کی دعوتی جدو جہد کا مرکز و محور اقامت دین ہی رہا ہے۔

اقامت دین کا اصطلاحی مفہوم اور قدیم مفکرین کی تعبیرات:

تمہید کے طور پر یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ قدیم مفسرین اور علمائے کرام نے اقامت دین کی اصطلاح سے کئی مفاہیم مراد لیے ہیں۔ پہلا یہ کہ اس سے مراد توحید کی اقامت ہے، دوسرا یہ کہ توحید کے ساتھ دیگر عقائد بھی شامل ہیں، تیسرا یہ کہ توحید اور عقائد کے ساتھ اطاعت الہی بھی شامل ہے یعنی ہر اس کام کی اقامت جو اطاعت الہی میں شامل ہوتا ہے، چوتھا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ توحید، عقائد اور اطاعت الہی کے ساتھ ساتھ دیگر اوامر و نواہی بھی شامل ہیں، گویا یہ ایک وسیع مفہوم ہے، پانچواں یہ کہ مذکورہ چیزوں کے ساتھ ارکان اسلام بھی شامل ہیں، چھٹا یہ کہ اخلاقی محاسن اور اسلامی اقدار بھی شامل ہیں، ساتویں یہ کہ تمام شرائع و دین اپنے تمام کلی و جزئی اصول و فروع کے ساتھ مراد ہے۔ درج ذیل سطور میں تمام مفاہیم کے متعلق متقدمین علماء و مفسرین کی مختلف تعبیرات پیش کی جاتی ہیں:

اقامت دین سے مراد عمل، دعوت اور قیام کے لیے جدوجہد

چنانچہ امام ماوردی کے الفاظ میں اقامت دین کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر نہ صرف عمل کیا جائے، بلکہ اس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور معاشرے میں اس کے قیام کے لیے کوشش بھی کی جائے۔

چنانچہ اپنی تفسیر "النکت والعیون" میں رقمطراز ہیں:

" ان اقيموا الدين فيه وجهان: أحدهما: اعملوبه، الثاني: ادعواليه، ويحتمل وجهاً ثالثا: جاهدوا عليه من عائده"[14]

"دین کو قائم کرنے کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر عمل کرو، دوسری یہ کہ اس کی طرف دعوت دو۔ اور اس میں ایک تیسری وجہ کا احتمال ہے وہ یہ کہ جو اس سے دشمنی رکھے اس سے جنگ کرو"۔

OPEN ACCESS

اقامت دین سے مراد توحید کی اقامت

بعض علمائے کرام کے نزدیک اقامت دین سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ چنانچہ عبدالحق ابن عطیہ فرماتے ہیں:

"و اقامة الدين هو توحيد الله و رفض ما سواه"۔[15]

"اقامت دین سے مراد اللہ کی توحید قائم کرنا اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دینا ہے"

لہذا اسی طرح تفسیر جلالین میں بھی اقامت دین کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد توحید اللہ ہے۔[16]

اسی طرح علامہ ابن کثیر اقامت دین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وہ دین جو تمام انبیاء کرام کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے، جیسے اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے" وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ"۔[17]

حدیث میں ہے ہم انبیا کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے، جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔[18]

الغرض احکام شرع میں گو جزوی اختلاف ہو لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے اور وہ توحید باری تعالیٰ ہے"[19]

توحید کے ساتھ اطاعت اور احکام الٰہی کی اقامت

بعض علما کے نزدیک توحید کے ساتھ اطاعت اور احکام الٰہی کی بجاآوری کا مفہوم ملتا ہے۔

جیسا کہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔

"ان اقيمو الدين وهو الايمان بما يجب تصديقه والطاعة في الاحكام الله "[20]

"اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں کی تصدیق ضروری ہے ان پر ایمان لایا جائے اور احکام الٰہی کی اطاعت کی جائے۔"

ابو العالیہ کے نزدیک اقامت دین سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور عبادت کرنا ہے۔

" إقامة الدين: الإخلاص الله وعبادته"۔[21]

اسی طرح علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"اى توحيد الله والايمان به وطاعة رسله و قبول شرائعه"۔[22]

"دین کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی توحید کا اقرار، اس پر ایمان، اس کے رسولوں کی اطاعت اور اس کے احکام پر عمل کرنا"۔

اسی طرح شیخ طنطاوی کے نزدیک بھی "أَقِيمُوا الدين" سے ایمان اور اطاعت مراد ہے"۔[23]

اسی طرح حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ نے اقامت دین کے مفہوم میں ایمانیات وعبادات کے ساتھ ان چیزوں کو بھی شامل کیا ہے۔

"اقامة العدل بين الناس ، وتحريم المظالم، واقامة الحدود على اهل المعاصي والجهاد مع اعداء الله، والاجتهاد في اشاعة امر الله ودينه، فهذا اصل الدين"۔ [24]

"لوگوں میں عدل وانصاف قائم کرنا، ظلم سے روکنا، گناہ کرنے والوں کے خلاف سزاؤں کا قیام، خدا کے دشمنوں سے جہاد کرنا اور خدا اور اس کے دین کے حکم کو عام کرنے کی کوشش کرنا، پس یہی دین کی بنیاد ہے"۔

جب کہ علامہ آلوسی اقامت دین سے مراد اس کے ارکان میں تعدیل اور اس پر مواظبت اور اس میں کسی قسم کی کجی سے محفوظ ہونا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" والمراد باقامة تعديل اركانه و حفظه من ان يقع في زيغ والمواظبة عليه"۔ [25]

"اسے قائم کرنے سے مراد اس کے ستونوں میں ترمیم کرنا، اس سے انحراف میں پڑنے سے بچانا اور اس پر قائم رہنا ہے"۔

توحید اور اطاعت الٰہی کے ساتھ تمام عقائد کی اقامت

بعض علمائے تفسیر نے اقامت دین سے توحید اور اطاعت الٰہی کے ساتھ ساتھ دیگر عقائد و ایمانیات پر استقامت اختیار کرنا مراد لیا ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ دین سے مراد توحید اور اطاعت کے علاوہ دراصل جملہ اعتقادی مطالبات پر ایمان لانا مراد ہے، جس سے کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے

چنانچہ امام زمخشری رقم فرماتے ہیں:

"إقامة دين الإسلام الذي هو توحيد الله وطاعته، والإيمان برسله وكتبه، وبيوم الجزاء، وسائر ما يكون الرجل بإقامته مسلما. ولم يرد الشرائع التي هي مصالح الأمم على حسب أحوالها، فإنها مختلفة متفاوتة"۔[26]

CC BY

"اقامت دین اسلام سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی توحید کا اقرار، اس کی اطاعت کرنا، اس کے رسولوں، کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور ان تمام امور کی انجام دہی جن پر کسی آدمی کا مسلمان ہونا موقوف ہوتا ہے، تاہم اس سے وہ شرائع مراد نہیں ہیں جو لوگوں کی مصلحتوں کے حسب حال ہوتے ہیں کیونکہ وہ بدلتے رہتے ہیں۔"

امام فخر الدین رازی کی بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وأقول يجب أن يكون المراد من هذا الدين شيئا مغايرا للتكاليف والأحكام، وذلك لأنها مختلفة متفاوتة ... فيجب أن يكون المراد منه الأمور التي لا تختلف باختلاف الشرائع، وهي الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، والإيمان يوجب الإعراض عن الدنيا والإقبال على الآخرة والسعي في مكارم الأخلاق والاحتراز عن رذائل الأحوال"۔[27]

"میں کہتا ہوں کہ ضروری ہے کہ یہاں دین سے مراد ان اعمال اور احکام کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہو، اس لیے کہ ان میں باہم اختلاف اور تفاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے شریعت اور منہاج مقرر کر دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دین سے مراد وہ امور ہوں جو شریعتوں کے بدلنے سے نہیں بدلتے۔ اور وہ ہیں، اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان"۔

اگرچہ مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی کے نزدیک دین سے مراد صرف ایمانیات ہیں۔ تاہم مزید آگے انھوں نے لکھا ہے:

"المراد هو الأخذ بالشريعة المتفق عليها بين الكل "۔[28]

"اس سے مراد اس شریعت پر عمل کرنا ہے جس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے"۔

توحید، اطاعت اور عقائد کے ساتھ اوامر و نواہی کی اقامت

بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جنہوں نے اقامت دین کے مفہوم میں توحید، اطاعت اور دیگر عقائد کے ساتھ ساتھ اوامر و نواہی کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن کے مصنف لکھتے ہیں۔

"والمراد بإقامة الدين هو توحيد الله والإيمان به وبكتبه ورسله واليوم الآخر وطاعة الله في أوامره ونواهيه وسائر ما يكون الرجل به مسلما، ولم يرد الشرائع التي هي مصالح الأمم على حسب أحوالها فإنها مختلفة متفاوتة"۔[29]

"دین کو قائم کرنے سے مراد اللہ کی توحید اور اس پر ایمان لانا ہے، اس کی کتابوں اور رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا، اور اللہ کے احکام و ممانعت میں اس کی اطاعت کرنا، اور وہ تمام امور بجالانا جن کے ذریعے انسان مسلمان بنتا ہے۔ اس سے مراد وہ شریعتیں نہیں ہیں جو قوموں کی مصالح کے مطابق ان کے حالات کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہیں، کیونکہ وہ شریعتیں مختلف اور ایک دوسرے سے متفاوت ہوتی ہیں"۔

اسی طرح محمد سید طنطاوی نے بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے کہ دیگر عقائد کے ساتھ ساتھ اوامر و نواہی بھی شامل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" والمراد بإقامة الدين التزام أوامره ونواهيه، وطاعة الرسل في كل ما جاءوا به من عند ربهم طاعةتامة "[30]

جب کہ علامہ ابن جریر طبری نے اقامت دین میں اطاعت کی بجائے شرعی احکام پر عمل کرنا شامل فرمایا ہے چنانچہ امام طبریؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"اعملوا به على ما شرع لكم وفرض" [31] تم اس پر عمل کرو جو تم پر مشروع اور فرض کیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں "دین" سے مراد یہ ہے کہ جس شے کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اسے حلال جانا جائے اور جس شے کو حرام ٹھہرایا ہے اسے حرام سمجھا جائے۔[32]

مذکورہ تمام کے ساتھ ارکان اسلام کی بھی اقامت

بعض علمائے تفسیر نے اقامت دین کے مفہوم میں عقائد اسلامی کے ساتھ ساتھ ارکان اسلام کا بھی اضافہ کیا ہے، ان کے نزدیک تمام انبیائے کرام کا دین ایک ہی تھا اور یہ دین دراصل توحید، صلوۃ، زکوۃ، صیام اور حج وغیرہ پر مشتمل تھا چنانچہ مفسر علامہ آلوسی نے اقامت دین کی تفسیر میں حضرت مجاہد کا یہ قول ذکر کیا ہے:

"لم يبعث نبي إلا أمر باقامة الصلاة و ايتاء الزكوة، والاقرار بالله تعالى وطاعته سبحانه، و ذلك اقامة الدين " ۔[33]

"کوئی نبی نہیں بھیجا گیا سوائے اس کے کہ اس نے نماز قائم کرنے اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اقرار اور اس کی اطاعت کا حکم دیا ہو، وہ پاک ہے، اور یہی دین کا قیام ہے۔"

جبکہ امام بغوی نے آیت کو زیر بحث لاتے ہوئے تفسیر میں مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"لم يبعث الله نبيا قط الأوصاه باقامة الصلاة و ايتاء الزكاة والاقرار الله بالطاعة فذلك دينه الذي شرع لهم"۔ [34]

"اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا ہے اسے حکم دیا ہے کہ نماز قائم کی جائے، زکوۃ ادا کی جائے اور اللہ کی اطاعت کا اقرار کیا جائے۔ یہ ہے اللہ کا دین، جو اس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے۔"

CC BY

مذکورہ تمام کے ساتھ اخلاقی محاسن اور اسلامی اقدار کی اقامت

بعض مفسرین نے توحید، اطاعت، عقائد، اوامر و نواہی اور ارکان کو ہی محض ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ دیگر مسلمہ اخلاقی محاسن اور اسلامی اقدار کو بھی دین کے مفہوم میں شامل کیا ہے، جیسے سچائی، امانت داری، صلہ رحمی اور ایفائے عہد وغیرہ اور حرمت زنا، حرمت تکبر اور خلاف مروت امور سے اجتناب بھی انبیائے کرام کے مشترکہ نکات میں شامل رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

"فَكَانَ الْمَعْنَى أَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَنُوحًا دِينًا وَاحِدًا، يَعْنِي فِي الْأُصُولِ الَّتِي لَا تَخْتَلِفُ فِيهَا الشَّرِيعَةُ. وَهِيَ التَّوْحِيدُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ والصِّيَامُ وَالْحَجُّ، وَالتَّقَرُّبُ إِلى اللهِ بِصَالِحِ الأَعْمَالِ، وَالزُّلَفِ إِلَيْهِ بِمَا يَرُدُّ القلب وَالْجَارِحَةَ إِلَيْهِ، وَالصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ، وَتَحْرِيمِ الْكُفْرِ وَالْقَتْلِ والزنى والاذاية للخَلْقِ كَيْفَمَا تَصَرَفَتْ، وَالِاعْتِدَاءِ عَلَى الْحَيَوَانِ كَيْفَ مَا دار، واقتحام الدناءات وما يعود بخرم المروءات، فهذا كله مشروع دِينًا وَاحِدًا وَمِلَّةً مُتَّحِدَةً، لَمْ تَخْتَلِفُ عَلَى الْسِنَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَإِن اختَلَفَتْ أَعْدَادُهُمْ.. وَاخْتَلَفَتِ الشَّرَائِعُ وَرَاءَ هَذَا فِي مَعَانٍ حَسْبَمَا أَرَادَهُ اللَّهُ مِمَّا اقْتَضَتِ الْمَصْلَحَةُوَأَوْجَبَتِ الْحِكْمَةُ وَضَعَهُ فِي الْأَزْمِنَةِ عَلَى الْأُمَمِ"۔[35]

"اس سے مراد وہ اصول ہیں جن میں کسی شریعت کا اختلاف نہیں ہے۔ یعنی توحید، نماز، زکوۃ، روزہ، حج، نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب، قلب اور اعضاء و جوارح کے ذریعے اس کی جانب میلان، سچائی، عہد کی پاس داری، امانت کی ادائیگی، صلہ رحمی، کفر، قتل اور زنا کی حرمت، مخلوق کو اذیت نہ پہنچائی جائے، خواہ وہ کیسے ہی کام کریں، جانور پر ظلم نہ کیا جائے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، وقار کے خلاف گھٹیا کام کرنے کی حرمت۔ یہ تمام چیزیں سب سے مطلوب ہیں۔ ان کی حیثیت ایک دین کی ہے اور ہر ملت کا اس میں اشتراک ہے۔ جتنے بھی انبیاء آئے ہیں ان کے درمیان ان امور میں کوئی اختلاف نہیں رہا ہے۔ یہ ان کے علاوہ دیگر امور میں شریعتوں میں اختلاف رہا ہے۔ مختلف زمانوں میں جس جس چیز کی مصلحت اور حکمت متقاضی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے مختلف امتوں کے لیے وہ چیز مشروع کی"

دین کی تمام جزئیات، تفصیلات اور فروعات کی اقامت

بعض علمائے تفسیر کا خیال یہ ہے کہ اقامت دین سے مراد دین کو اس کی تمام جزئیات، تفصیلات اور فروعات کے ساتھ قائم کرنا ہے چنانچہ ابن عاشور کے نزدیک اقامت دین کا حکم مجمل ہے اور اس کی تفسیر میں جملہ فروعات دین شامل ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن عاشور کے انا الفاظ یہ ہیں:

" والاقامة مجملة يفسرها ما في كل دين من الفروع، واقامة الشيء، جعله قائماً وهي استعارةللحرص على العمل به "۔[36]

"اقامت ایک عمومیت ہے جو دین کی تمام فروعات کی تفسیر کرتی ہیں اور کسی چیز کو قائم کرنا، اسے وجود میں لانا ہے اور اس پر عمل کرنے کی خواہش کا استعارہ ہے"

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقامت دین سے بعض قدیم مفسرین نے توحید کی اقامت مراد لی ہے، بعض نے توحید کے ساتھ دیگر عقائد کو بھی شامل کیا ہے، بعض نے عقائد کے ساتھ اطاعت الٰہی کا بھی اضافہ کیا ہے گویا ہر اس کام کی اقامت جو اطاعت الٰہی میں شامل ہے چاہیے اس کا تعلق اصول دین سے ہے یا فروع دین سے، بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جنھوں نے اصول دین کے ساتھ احکامات اور دیگر اوامر و نواہی بھی مراد لیے ہیں، اور بعض مفسرین ایسے ہیں کہ جنھوں نے دیگر فروعی، اخلاقی اور جزئی چیزیں بھی مراد لی ہیں۔ ساتھ اقامت کا مفہوم بھی واضح ہوا کہ ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا، اپنے اوپر اور دوسروں کے اوپر دینی احکام اور اوامر و نواہی کو لاگو کرنا، اس کے خلاف دشمنوں سے جنگ کرنا، اس پر ہیشگی اختیار کرنا اور اس کے لیے ہمیشہ سرگرم رہنا اور جدوجہد کرنا۔

اقامت دین کی تعبیر اور معاصر علما کی آراء

اقامت کا کیا مفہوم ہے؟ اس بارے میں قدیم مفسرین کی آراء گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں۔ جبکہ متاخرین میں سے مولانا مودودی سورہ شوری کی آیت نمبر 13 سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ:

"اس میں الدین سے مراد وہ سارے انفرادی و اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی احکام ہیں جو اسلامی شریعت میں ملتے ہیں اور اقامت کا مطلب ہے ان کو قائم کرنا اس طرح یہ آیت پورے شرعی نظام کو مکمل طور پر انسانی زندگی میں غالب و نافذ کرنے کا حکم دے رہی ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے "اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ"۔[37]

پھر تشریح میں "شَرَعَ لَكُمْ "کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے مراد طریقہ، ضابطہ اور قاعدہ مقرر کرنا ہوتا ہے اور اس اصطلاح کے لحاظ سے تشریح قانون سازی کے معنی میں ہے لہذا شرع کا معنی قانون سازی کرنا، ضابطہ اور قاعدہ مقرر کرنا۔ پھر لفظ" الدین" کی وضاحت کرنے کے بعد "شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ" کی یوں تشریح کرتے ہیں:

" مِنَ الدِّينِ "از قسم دین شاہ ولی اللہ نے اس کا ترجمہ از آئین کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تشریح فرمائی ہے اس کی نوعیت آئین کی ہے لفظ دین... کے معنی ہی کسی کی سیادت و حاکمیت تسلیم کر کے اس کے احکام کی اطاعت کرنے کے ہیں اور جب یہ لفظ طریقے کے معنی پر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ طریقہ ہوتا ہے جسے آدمی واجب الاتباع اور اس

کے مقرر کرنے والے کو مطاع ماننے، اس بناپر اللہ کے ئے اس طریقے کو دین کی نوعیت رکھنے والی تشریع کہنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی حیثیت محض سفارش اور وعظ و نصیحت کی نہیں ہے بلکہ یہ بندوں کے لئے ان کے مالک کا واجب الاتباع قانون ہے جس کی پیروی نہ کرنے کے معنی بغاوت کے ہیں اور جو شخص اسکی پیروی نہیں کرتا وہ دراصل اللہ کی سیادت وحاکمیت اور اپنی زندگی کا انکار کرتا ہے"۔[38]

اس سے اتنی بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا نے اس لفظ کا معنی دین کی نوعیت رکھنے والی تشریع کیا ہے اور تشریع کا مطلب قانون سازی اور دین کا مطلب کسی کو حاکم سمجھ کر اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔ لہذا "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّين "کا معنی واجب الاتباع قانون کے ہوں گے۔ جب ہم واجب الاتباع قانون کے معنی کرتے ہیں تو لا محالہ اس میں انفرادی، اجتماعی، سماجی، معاشی، بین الاقوامی، اخلاقی، عقائد و نظریات اور فکر و سوچ کے متعلق ہر قسم کی قانون سازی آجائے گی۔ لہذا اس کو محض عقائد کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہو گا اور ساتھ ساتھ یہ تصور بھی شامل رہے گا کہ سیادت و حاکمیت اللہ تعالی کی ہے۔

اسی طرح مولانا سید ابوالاعلی مودودی کے نزدیک اقامت کا لفظ قائم رکھنا اور قائم کرنا دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ چنانچہ ان دونوں معنوں کو درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اقامت کے معنی قائم کرنے کے بھی ہیں اور قائم رکھنے کے بھی، اور انبیاء ان دونوں ہی کاموں پر مامور تھے۔ ان کا پہلا فرض یہ تھا کہ جہاں یہ دین قائم نہیں ہے وہاں اسے قائم کریں اور دوسرا فرض یہ تھا کہ جہاں یہ قائم ہو جائے یا پہلے سے قائم ہو وہاں اسے قائم رکھیں۔ ظاہر بات ہے کہ قائم رکھنے کی نوبت آتی ہیں اس وقت ہے جب ایک چیز قائم ہو چکی ہو"۔[39]

مولانا اصلاحی کے نزدیک "اقیموا الدین" سے مراد اس دین کا بھی بیان ہے جس کی تلقین انبیاء کرام کو کی گئی اور اس ہدایت کا بھی جو اس دین سے متعلق ان نبیوں کے واسطہ سے ان کے پیروؤں کو کی گئی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی جو باتیں ماننے کی ہیں، وہ سچائی کے ساتھ مانی جائیں، جو کرنے کی ہیں دو دیانتداری اور راست بازی کے ساتھ کی جائیں۔ نیز لوگوں کی برابر نگرانی کی جائے کہ وہ اس سے غافل یا منحرف نہ ہونے پائیں اور اس بات کا بھی پورا اہتمام کیا جائے کہ اہل بدعت اس میں کسی بھی قسم کا کوئی رخنہ پیدا نہ کر سکیں"[40]

مولانا ابوالحسن علی ندوی کا اقامت دین کی فرضیت کے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ موقف ملتا ہے۔ مولانا اپنی کتاب "عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح " میں رقم طراز ہیں:

" ایسا نظام جو قرآن و سنت کے مطابق ہو اس کے حصول اور جد و جہد میں علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہا کہ ایسا انتظام قائم کیا جائے جس سے اللہ تعالی کی حاکمیت لوگوں پر نافذ ہو اور قوانین و احکام معاشرے میں قائم کیے جاسکیں۔ کوئی ایسا نظام نہیں ہونا چاہیے جو اہل اسلام کے لیے خطرات اور فسادات کا باعث ہے۔ ایک ایسا اتھارٹی اور قوت مسلمانوں کے پاس ہونی چاہیے جو نہ صرف ترغیب و تلقین کی حد تک ہو بلکہ یہ کام امر و نہی سے حاصل ہو اور یہ کام ایسا ہونا چاہیے کہ معروفات کو حکماً اور منکرات کو بزور طاقت اور قوت روکنے کی جسارت رکھتے ہوں۔"[41]

دین کو اجتماعی طور پر قائم نہ رکھنے اور اس سے سبکدوش ہونے کے کسی قدر نقصانات ہیں اور معاشرہ کس قدر تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے مولانا اس کی یوں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس فریضہ کو چھوڑ دینے کے نتائج اسلام کی غربت، مسلمانوں کی مظلومیت ، حدود احکام الہی کے تعطل اور اس کی وجہ سے زندگی کی بے نتھی اور انتشار اور نفرت خداوندی اور دینی و دنیاوی برکتوں سے محرومی کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں۔" [42]

جب کہ ڈاکٹر اسرار احمد لفظ "دین" کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

"دین کا اصل مفہوم جزا و سزا اور بدلہ ہے اس بنیادی تصور کے تمام مقتضیات اور لوازم کے اجتماع سے قرآن مجید کی مخصوص اصطلاح "الدین " بنی ہے چنانچہ دین کے معنی ہیں ایک پورا نظام زندگی مکمل ضابطہ حیات اور اکمل واتم دستور و آئین اطاعت جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع، مقننہ اور حاکم مطلق مان کر اس کی سزا کے خوف اور اس کے انعام کے ذوق و شوق سے اس کے عطا کردہ یا جاری و نافذ قانون اور ضابطے کے مطابق اس ہستی یا ادارے کی کامل اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے۔"[43]

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ دین ایک دستور، نظام حیات اور ضابطہ و قانون ہے پھر یہ قانون و دستور کسی کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق مان کر تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہذا دین اللہ کا مفہوم ہو گا کہ اللہ کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق مان کر اس کے قوانین کو تسلیم کرنا۔ مزید ایک سوال کے جواب میں دین اور مذہب کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھا کہ دین نظام کو کہتے ہیں اور نظام انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کے مزید تین گوشوں سیاسی، معاشی اور سماجی نظام پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس میں انفرادی زندگی کے تین شعبے بھی ہیں یعنی مذہب بھی ہے اور اجتماعی زندگی کے تین گوشے یعنی معاشی، سیاسی، سماجی نظام بھی ہے۔[44]

مولانا اصلاحی اقامت دین کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ دعوت و اقامت دین کے فریضہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں ہر مسلمان گناہ گار ہو رہا ہے۔

CC BY

چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

"اسی طرح نظام خلافت کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اب یہ فریضہ شہادت علی الناس اس امت کے تمام افراد پر منتقل ہو گیا ہے اور جب تک وہ اس کو انجام دینے کیلئے اس صالح اسلامی نظام کو قائم نہ کر دیں جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، اس وقت تک اس فریضہ کے ادا نہ ہونے کا گناہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ اور قیامت کے دن اس کی پرسش ہر شخص سے ہو گی"[45]

جب کہ سید قطب شہید کے مطابق اقامت سے مراد یہ ہے کہ اس دین کو قائم کرو یعنی خود اس پر چلو اور دوسروں کو چلاؤ،[46] اور ان سب کو اس دین واحد کی اقامت میں جمع ہو کر اکٹھا زور لگانا چاہیے اس کے احکام کو اپنے اوپر نافذ کرنا چاہیے۔[47]

اور پھر وہ دین کا نفاذ کہاں کہاں ہونا چاہیے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"دین حق اور اقامت دین کے تصور میں ہمارے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ ہم دین کو محض پوجا پاٹ اور چند مخصوص مذہبی عقائد و رسوم کا مجموعہ نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے نزدیک یہ لفظ طریق زندگی اور نظام حیات کا ہم معنی ہے اور اس کا دائرہ انسانی زندگی کے سارے پہلوؤں اور تمام شعبوں پر حاوی ہے ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ زندگی کو الگ الگ حصوں میں بانٹ کر الگ الگ سکیموں کے تحت چلایا جا سکتا ہے... اس لئے ہم جب اقامت دین کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہمارا مطلب محض مسجدوں میں دین قائم کرنا یا چند مذہبی عقائد اور اخلاقی احکام کی تبلیغ کر دینا نہیں ہوتا بلکہ اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ گھر اور مسجد، کالج اور منڈی، تھانے اور چھاؤنی، ہائی کورٹ اور پارلیمنٹ، ایوان وزارت اور سفارتخانے سب پر اس ہی ایک خدا کا دین قائم کیا جائے جس کو ہم نے اپنا رب اور معبود تسلیم کیا ہے اور سب کا انتظام اسی ایک رسول کی تعلیم کے مطابق چلایا جائے جسے ہم اپنا ہادی برحق مان چکے ہیں۔"[48]

ڈاکٹر اسرار احمد آیت "أَقِيمُوا الدِّينَ" کے ذیل میں اقامت اور اقیموا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قائم کرو دین کو یا قائم رکھو دین کو یعنی اگر دین قائم ہو تو قائم رکھو قائم نہ ہو تو اسے قائم کرو۔[49] عربی گرائمر کے اعتبار سے وضاحت کی کہ "أَقِيمُوا" فعل متعدی ہے۔ اس کا ترجمہ یہی ہو گا کہ کسی دوسری شے کو کھڑا کرنا، اگر کوئی شخص اس کا معنی کھڑا رہنا یا قائم رہنا کرتا ہے تو یہ فعل لازم بنتا ہے حالانکہ "أَقِيمُوا" فعل لازم نہیں ہے بلکہ فعل متعدی ہے لہذا اقامت دین کا مفہوم یہ ہو گا کہ دین کو ن کو اس کے مکمل اور تمام لوازم و مقتضیات کے ساتھ أَقِيمُوا فعل کھڑا کیا جائے یا کھڑا رکھا جائے۔"[50]

چونکہ قرآن حکیم کے بعض تراجم میں "أَقِيمُوا الدِّينَ" کا ترجمہ "دین کو قائم رکھو" اور بعض میں اس کا ترجمہ "دین کو قائم کرو" کیا گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے ترجمہ کے اس اختلاف کو بڑی عمدہ تطبیق سے سلجھا دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"کسی معاشرے میں عملاً دین قائم ہو گا یا قائم نہیں ہو گا لہذا اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اگر دین پہلے ہی سے قائم ہے تو اسے قائم رکھو اور اگر قائم نہیں ہے تو اسے قائم کرو۔[51] اور دین کا اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا ہے کہ اسے قائم کریں، اسے کھڑا کریں، اسی دین کے مطابق نظام معیشت و معاشرت استوار ہو، اس کے مطابق نظام حکومت و سیاست قائم ہو۔"[52]

گویا ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک اقامت دین کے مفہوم میں تین باتیں شامل ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ کو ہی حاکم حقیقی اور مطاع مطلق تسلیم کرنا، دوسری یہ کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر جس جگہ دین قائم ہے اسے برقرار رکھنا اور اگر کوئی گوشہ دین سے خالی ہے تو اس پر دین قائم کرنا، تیسری یہ کہ نظام معیشت و معاشرت اور حکومت و سیاست دین کے مطابق ہو اگر انفرادی معاملات تو دین کے مطابق ہیں لیکن اجتماعی نظام نہیں ہے تو اقامت دین کا مفہوم و مدعا کسی صورت پورا نہیں ہوتا۔

جب کہ پیر کرم شاہ الازہری اقامت دین کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"تمام انبیائے کرام کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو اور لوگوں کی عملی زندگیوں میں اسے رائج کرو تاکہ ان کے اعمال اس دین کے قالب میں ڈھل جائیں اور ایسے عوامل اور محرکات سے اس کی حفاظت کی جائے، جو اسے عملی زندگی سے بے دخل کرنے پر منتج ہوں۔"[53]

اسی طرح قرآن حکیم کو غور سے پڑھنے سے تو وہ اصول و نکات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتے ہیں جن کے مطابق اقامت دین کی جدوجہد کی جانی چاہیے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان اصولوں کی تفصیل سے پورا قرآن بھرا ہوا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو توقع کے عین مطابق ہے۔ جب کہ جاوید احمد غامدی کا نقطہ نظر جمہور علما اور مفکرین سے مختلف ہے ،یعنی ان کے نزدیک اقامت دین کا تصور جمہور علما اور مفکرین سے بالکل ہٹ کر ہے۔ دین کے معنی و مفہوم میں تو ان کی رائے مولانا وحید الدین جیسی ہے، البتہ مولانا وحید الدین خان دین سے اس کی اساسی تعلیمات مراد لیتے ہیں نہ کہ کل شریعت مراد لیتے ہیں بخلاف جاوید احمد غامدی کے وہ سرے سے اقامت دین کی فرضیت ہی کے قائل نہیں۔ وہ اس کو ایک عمومی ہدایت سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ "برھان" میں سورہ شوری کی آیت نمبر 13 کے ذیل میں اقامت دین کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

" یہ دینی فرائض میں سے ایک فریضہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالی کے احکامات میں سے کوئی ایسا حکم ہے کہ جسے فریضہ اقامت دین کہا جائے۔ قرآن مقدس میں لفظ دین جہاں بھی استعمال ہوا ہے اس سے مراد ایک اصولی ہدایت ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جو باتیں دین کا حصہ ہیں ان کو اپنانے کی ہدایات ہیں۔ اس ہدایت کا تقاضا یہی کہ نماز ، روزہ، حج ، جہاد ،حسن معاشرت، دعوت و تبلیغ اور دوسرے تمام احکام میں جو باتیں

CC BY

کرنے کی ہیں انھیں کیا جائے اور جو باتیں ماننے کی ہیں انھیں مانا جائےاور جو کرنے کی ہے، اُسے کیا جائے لیکن اس لیے نہیں کہ یہ تمام یا ان میں سے کوئی حکم لفظ "اقیموا" کے مفہوم میں داخل ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ یہ سب قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق "الدین" میں شامل ہیں اور آیہ زیر بحث میں ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ ہم پورے دین کو ہر لحاظ سے درست اور اپنی زندگی میں برقرار رکھیں اور اُس میں متفرق نہ ہو جائیں۔"[54]

لہذا مذکورہ بالا تشریحات سے واضح ہے کہ اقامت دین کا مطلب صرف انفرادی طور پر دین کی پیروی نہیں ہے بلکہ اس میں دین کی دعوت واشاعت، اس کی حمایت وحفاظت اور اس کے نفاذ کی کوششیں بھی شامل ہیں ۔

خلاصہ کلام

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقامت دین سے بعض قدیم مفسرین نے توحید کی اقامت مراد لی ہے، بعض نے توحید کے ساتھ دیگر عقائد کو بھی شامل کیا ہے، بعض نے عقائد کے ساتھ اطاعت الٰہی کا بھی اضافہ کیا ہے گویا ہر اس کام کی اقامت جو اطاعت الٰہی میں شامل ہے چاہیے اس کا تعلق اصول دین سے ہے یا فروع دین سے، بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جنھوں نے اصول دین کے ساتھ احکامات اور دیگر اوامر ونواہی بھی مراد لیے ہیں، اور بعض مفسرین ایسے ہیں کہ جنھوں نے دیگر فروعی، اخلاقی اور جزئی چیزیں بھی مراد لی ہیں۔ ساتھ اقامت کا مفہوم بھی واضح ہوا کہ اس سے مراد، ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا، اپنے اوپر اور دوسروں کے اوپر دینی احکام اور اوامر ونواہی کو لاگو کرنا، اس کے خلاف دشمنوں سے جنگ کرنا، اس پر ہیشگی اختیار کرنا اور اس کے لیے ہمیشہ سرگرم رہنا اور جدوجہد کرنا ہے۔جب کہ متاخرین مفکرین جن میں مولانا مودودی ، ڈاکٹر اسرار احمد ، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا ابو الحسن ندوی اقامت دین کی جد وجہد کو فرض کا درجہ دیتے ہیں سوائے جاوید احمد غامدی کے۔چنانچہ مولانا مودودی کے نزدیک دین ایک مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے اور انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو شامل ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کو نافذ کیا جائے۔اسلام کا اپنے مخصوص نظام کی طرف دعوت دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باقی تمام نظاموں کو ہٹا کر اس نظام کو قائم کیا جائے جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہو۔مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک اقامت دین دیگر فرائض کی طرح ایک اہم فریضہ ہے۔مولانا کے نزدیک یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو تمام انبیا کرام پر فرض تھا اس لیے یہ فریضہ امت محمد یہ پر بھی لاگو ہو گا۔اس لیے ضروری ہے کہ امت مسلمہ اس فریضہ کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرے جب تک اس فریضہ کو قائم نہ کیا گیا تمام لوگ اس کے گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔

حوالہ جات

1۔ القرآن42: 13
2۔ الخطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، حدیث:193
3۔ فیروز آبادی، مجد الدین، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت، دار الجیل، 170/4
4۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، باب اللام، بیروت، دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع، 2/17
5۔ اصفہانی، ابوالقاسم، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، دمشق، دار القلم، ص:692
6۔ اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص:692
7۔ المعجم الوسیط، احیاء التراث الاسلامی، بیروت، لبنان 2/ 773
8۔ القرآن5: 68
9۔ القرآن5: 66
10۔ اصفہانی ، مفردات الفاظ القرآن، ص693
11۔ القرآن4: 162
12۔ القرآن18: 77
13۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غرائب القرآن، ص429
14۔ الماوردي، النکت والعیون (تفسیر ماوردی)، 5/ 197

OPEN ACCESS

15ـ ابن عطیہ،ابو محمد،عبدالحق بن غالب الأندلسي،المحرر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز، بیروت،دار الکتب العلمیة،الطبعة الأولی 1422ھ،29/5
16ـ المحلی،جلال الدین محمد بن احمد،والسیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن ابی بکر، القاھرہ،دارالحدیث،640/1
17ـ القرآن،21: 25
18ـ بخاری،محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری،کتاب احادیث الانبیاء،باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا،حدیث: 3442
19ـ ابن کثیر،عمادالدین،تفسیر القرآن العظیم(مترجم)دارالقدس،لاہور،2007ء،23/5
20ـ البیضاوي،ناصرالدین،عبداللہ بن عمر،انوار التنزیل واسرار التأویل،دار إحیاء التراث العربي،بیروت،الطبعة الأولی1418ھ،78/5
21ـ الأندلسي،ابوحیان،محمد بن یوسف،البحر المحیط في التفسیر،دار الفکر،بیروت،الطبعة1420ھ،329/9
22ـ الشوکاني،محمد بن علي بن محمد بن عبداللہ،فتح القدیر،دارابن کثیر،دار الکلم الطیب،دمشق،بیروت،الطبعة الأولی،1414ھ،607/4
23ـ طنطاوي،الجواھر في تفسیر القرآن،المکتبة الإسلامیة،الطبعة الثالثة،1973ء،8/10
24ـ شاہ ولی اللہ،حجۃ اللہ البالغہ،۱\۸۷
25ـ آلوسی،محمود،شہاب الدین، علامہ،روح المعانی،21/25
26ـ زمخشري،محمود بن عمر،الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل،دار الاحیاء التراث العربي،بیروت،لبنان،2008،219/4
27ـ الرازي،محمد بن عمر،ابوعبداللہ،مفاتیح الغیب،(التفسیر الکبیر)،دار إحیاء التراث العربي،بیروت،الطبعة الثالثة 1420ھ،27/ 587
28ـ ایضاً،27/ 587
29ـ علاءالدین،علي بن محمد بن إبراھیم،لباب التأویل في معاني التنزیل،(تفسیر خازن)، بیروت،،دار الکتب العلمیة،طبعۃالأولی:1415ھ،95/4
30ـ طنطاوي،محمد سید،التفسیر الوسیط للقرآن الکریم،دار نھضة مصر للطباعة والنشر والتوزیع،القاھرة،22/13
31ـ طبري،محمد بن جریر،جامع البیان في تأویل القرآن، بیروت،دار الکتب العلمیة،سن،135/11
32ـ طبري،محمد بن جریر،جامع البیان في تأویل القرآن، مؤسسة الرسالة،الطبعة:الأولی،1420ھ،513/21
33ـ الوسي،محمود،شہاب الدین،روح المعاني،بیروت،دار الکتب العلمیة،الطبعة الأولی،1415ھ،23/13
34ـ بغوي،ابو محمد، حسین بن مسعود،معالم التنزیل في تفسیر القرآن،دار احیاء التراث العربي،بیروت،الطبعة الأولی،1420ھ،ص141
35ـ قرطبی،الجامع لاحکام القرآن،10/16
36ـ ابن عاشور،محمد طاھر،التحریر والتنویر،الدار التونسیة للنشر،تونس، 1984ھ،53/25
37ـ مودودی،ابوالاعلی،مولانا،تفہیم القرآن،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن،طبع چوالیس،2007ء،486/4
38ـ مودودی، تفہیم القرآن،187/4
39ـ مودودی، تفہیم القرآن،788/4
40ـ اصلاحی،امین احسن، تدبر قرآن 153/7
41ـ ندوی،ابوالحسن،مولانا،عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح،کراچی،مجلس نشریات اسلام،سن:1999ء،ص:109
42ـ ندوی،عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح،ص:109
43ـ اسرار احمد،ڈاکٹر،قرب الٰہی کے دو مراتب،المکتبہ خدام القرآن،لاہور،طبع ہفتم:2013ء،ص:48،مطالبات دین،مکتبہ خدام القرآن لاہور،2014ء،ص:81
44ـ اسرار احمد،ڈاکٹر،یادگار انٹرویو،مکتبہ خدام القرآن،لاہور،2014ء،ص:39
45ـ اصلاحی،امین احسن،دعوت دین اور اس کا طریق کار،مکتبہ ابن تیمیہ،لاہور،2015ء،ص:46/45
46ـ سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن،اسلامی اکیڈمی،لاہور،1991ء،9/ 48
47ـ سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن،49/9
48ـ مودودی،ابوالاعلیٰ،مولانا،جماعت اسلامی کا مقصد تاریخ اور لائحہ عمل،اسلامک پبلیکیشنز،لاہور،ستمبر،2014ء،ص:11،10
49ـ اسرار احمد،ڈاکٹر،توحید عملی، لاہور،مرکزی انجمن خدام القرآن،طبع ششم 2016ء،ص:82

CC BY

[50]۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، حزب اللہ کے اوصاف اور امیر و مامورین کا باہمی تعلق، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور طبع سوم، اگست، 2011ء، ص: 23، 24

[51]۔ بیان القرآن: 312/6، مطالباتِ دین: 89، 90

[52]۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، دینی فرائض کا جامع تصور، لاہور، مکتبہ خدام القرآن، طبع چوبیس، 2017ء، ص: 23

[53]۔ الازھری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1439ھ: 367/4

[54]۔ غامدی، جاوید احمد، برھان، لاہور، المورود، طبع ہفتم، 2009ء، ص: 180

OPEN ACCESS